مشائخ مجددیہ کے کردار وافکار کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of the Character and Thoughts of Mashaikh Mujaddidiya

Muhammad Qasim*
Prof Dr. Matloob Ahmad**

Abstract
Mujaddidi Sofia examined the flaws in his own era and then tried his best to rectify them. The first cause of these evils was the flight of people and properties from the Shariah. Which had paved the way for the thoughts and ideas of Aghyar and had settled in the veins of the Muslims. The second most important reason was that some so-called sophists and Sofia Kham considered Shariah to be separate from Tareeqah. Once this is achieved, then there is no need for Shariah. These reasons destroyed the foundations of Islamic Shariah at the hands of the Muslims themselves and such people were born in the Sufi class. Those who did not believe in prayer, nor in hell, nor in heaven, nor in the resurrection. Below is an overview of Mujaddidi Sofia's reforming works to make it clear that he somehow implemented the Shari'a by creating an intellectual and practical revolution in his own era.
Keywords: Analytical Study, Mashaikh Mujaddidiya, Character, Thoughts.

تمہید:

مجددی صوفیہ نے اپنے اپنے عہد میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا جائزہ لیا اور پھر ان کے تدارک کی پوری کوشش کی۔ ان خرابیوں کا پہلا سبب عوام وخواص کا اتباع شریعت سے فرار تھا۔ جس نے اغیار کے افکار وخیالات کے لیے راہ ہموار کر دی تھی اور مسلمانوں کے رگ پے میں رچ بس گئے تھے۔ دوسرا اہم ترین سبب یہ تھا کہ بعض نام نہاد اور صوفیہ خام نے شریعت کو طریقت سے علیحدہ سمجھا ان کا کہنا تھا کہ شریعت کی پابندی صرف طریقت کی منزل کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ جب یہ حاصل ہو گئی تو پھر شریعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان وجوہات نے شریعت اسلامی کی بنیادوں کو خود مسلمانوں کے ہاتھوں منہدم کر دیا اور طبقہ صوفیہ میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے۔ جو نہ نماز کے قائل تھے اور نہ دوزخ وجنت اور نہ ہی حشر ونشر کے۔ ذیل میں مجددی صوفیہ کے اصلاحی کارناموں سے جائزہ لیا جارہا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کسی طرح انہوں نے اپنے اپنے عہد میں فکری وعملی انقلاب پیدا کر کے شریعت کا نفاذ کیا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ:

شریعت کے دائرے میں ایک طریقہ ایسا بھی آتا ہے۔ جس کے ذریعے رسول اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کا تزکیہ فرمایا۔ انہیں محاسن اخلاق سے آراستہ کیا۔ خدا سے ان کا تعلق استوار کیا اور انہیں اس انقلاب عظیم کے لیے تیار کیا۔ جو آپ ﷺ نے پوری دنیا کی اصلاح وتعمیر کے لیے برپا کیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی جن کے افکار وکردار کا مطالعہ اس مقالہ میں خاص طور پر پیش نظر ہے۔ شریعت کو اس

---

* Ph.D Research Scholar, The University of Faisalabad.
Email: qasim.vumcs@gmail.com, m.qasim2937@gmail.com
** Chairman, Department of Arabic And Islamic Studies, The University of Faisalabad.

وسیع معنی میں لیتے ہیں اور شریعت سے تصوف کے تعلق کو اسی تناظر میں دیکھتے ہیں۔

آپ نے اپنی تمام تر زندگی اسلامی شریعت و قوانین کے مطابق گزاری اور اپنے خلفائے عظام کو بھی اسی پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ:

"شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم و عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تین چیزیں نہ ہوں شریعت نہیں۔ جب شریعت ثابت ہو گئی رضائے مولیٰ حاصل ہو گئی۔ جو دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بالا ہے۔ پس دنیاوی و اخروی تمام سعادتوں کی متحمل صرف شریعت سے کوئی مقصود نہیں۔ جس کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت ہو۔ طریقت و حقیقت صوفیہ کا طرہ امتیاز ہے۔ مگر یہ دونوں چیزیں شریعت کے جزو سوم یعنی اخلاص کی تعمیل کے لیے شریعت کے خادم ہیں۔ لہذا طریقت اور حقیقت کے حاصل کرنے سے صرف شریعت کی تکمیل مقصود ہے۔"[1]

مجددی صوفیہ نے صوفیائے خام کے اس خام خیال کا طلسم توڑا اور بڑی شدت کے ساتھ اس خیال کی مزاحمت فرمائی کہ شریعت کے مکلف صرف عوام ہیں۔ خواص تکلیفات شرعیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ مجددی صوفیہ نے اپنے متعدد خطوط اور تصانیف میں اس نظریہ کی پر زور ممانعت فرمائی اور اس طرح ایک برے فتنے کی سرکوبی فرمائی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ سید احمد قادری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں۔ حقیقت ہیں، حقیقت میں ایک دوسرے علیحدہ نہیں ہیں۔ ان میں صرف اجمال و تفصیل، استدلال و کشف، غیبت، شہادت، تعمیل وعدم کا فرق ہے۔ وہ احکام و علوم جو شریعت کی روشنی میں ظاہر اور معلوم ہو گئے۔ حقیقت حق الیقین کے یہی احکام و علوم بعینہ متصل طور پر منکشف ہوتے ہیں۔ غیبت سے شہادت میں آتے ہیں۔ مشقت کسب اور فریب عمل درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور حقیقت حق الیقین تک پہنچنے کی علامت ہے علوم معارف شریعہ سے، اس مقام کے علوم و معارف مطابقت رکھتے ہیں اگر ان دونوں میں بال برابر بھی فرق ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حقیقت الحقائق تک ابھی رسائی نہیں ہوئی۔ اس کے برخلاف مشائخ طریقت میں سے جس کسی سے بھی کوئی علم و عمل مخالف شریعت ظہور پذیر ہوا ہے۔ وہ حالت سکر پر مبنی ہے اور سکر صرف اثنائے راہ میں ہوتا ہے۔ منتہان نہایت النہایتہ کو تو محو ہی محو ہے۔"[2]

لوگ مباحثوں اور مجاہدوں کی ہوس کرتے ہیں۔ لیکن آداب شریعت کی رہائیت کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے اور یہ بہت دشواری والا کام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"وإنها لكبيرة إلا على الخاشعين"[3]

ترجمہ: "اور وہ (نماز) بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر (نہیں)

احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کے تابع نہیں کیونکہ شریعت بالکل قطعی اور وحی الہٰی سے ثابت ہے اور احوال ظنی ہیں جو کشف والہام سے ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی لوگوں سے سبقت لے جانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اپنی تمام بلند ہمتی اس بات پر لگائیں تاکہ یہ بڑی بھاری سعادت حاصل ہو جائے۔ خدا کے فضل سے جاہ و جلال اور عظمت و شوکت سب کچھ حاصل ہے۔ ذاتی شرف و عزت کے ساتھ اگر یہ بات بھی شامل ہو جائے تو سبقت کا گنبد سعادت کے چوگان کے ساتھ سب سے آگے لے جاویں گے۔ یعنی بڑی سعادت حاصل کریں گے۔ یہ فقیر حقیر شریعت حقہ کی ترویج اور تائید میں اس قسم کی باتوں کے ظاہر کرنے کے ارادے پر آپ کے خدمت کی طرف متوجہ ہے۔"[4]

زندگی بسر کرنے کے بارے میں شیخ یوسف کو اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"اس طرح زندگی بسر کریں کہ اس وراثت کا استحقاق حاصل ہوا اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور باطن کو باطن شریعت یعنی حقیقت سے آراستہ پراستہ رکھیں۔ کیونکہ حقیقت اور طریقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت اور طریقت سے مراد ہیں۔ نہ یہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور کہ یہ الحاد و زندقہ ہے۔"[5]

اور صاحب شریعت کی متابعت کے بارے میں کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مصطفیٰ ﷺ کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے کیونکہ صدیقین کی اصل غرض اور مقصود یہی ہے اور اس کے سوا سب کچھ جھوٹے وہم اور بے ہودہ خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔"[6]

پھر آپؒ شریعت میں راسخ اور ثابت قدمی کے بارے ہیں لکھتے ہیں کہ:

"جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہو گا۔ اس قدر ہوائے نفس سے دور تر ہو گا۔ کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔"[7]

آپؒ کے نزدیک ایسے افعال و کردار جو شریعت کے خلاف کیے جائیں وہ متعبر نہیں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ متعبر نہیں ہیں۔ کیونکہ جوگی ار وہندو برہمن اور یوتان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں۔"[8]

آپ نے تصوف کے میدان میں ایسے فکر و عرفان سے کام لیا۔ جس کے بارے میں محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں کہ:

"حق جل سلطانہ کے انعامات کے متعلق کیا لکھا جائے اور کس طرح شکر ادا کیا جائے، جن علوم و معارف کا فیضان خداوند جل شانہ کی توفیق سے ہوا ہے ان میں سے اکثر قید تحریر میں آتے ہیں اور اہل نااہل کے کانوں تک پہنچتے ہیں، لیکن جو اسرار و دقائق کہ ممتاز ہیں ان کا ایک شمہ بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا بلکہ رمز و اشارہ کے ذریعے بھی ان کے متعلق بات نہیں ہو سکتی، بلکہ اپنے عزیز ترین فرزند (جو اس فقیر کے معارف کا

مجموعہ اور مقامات سلوک کا نسخہ ہیں) کے سامنے بھی ان اسرار کی باریکیوں کا ذکر نہیں کرتا، معانی کی باریکیاں زبان کو پکڑتی ہیں اور اسرار کی لطافت لب کو بند کرتی ہے۔"[9]

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے مقام وجود و شہود کے متعلق جو معارف بیان فرمائے ہیں، آپ کا ہی حصہ ہیں، علامہ بدرالدین سرہندیؒ فرماتے ہیں:

"تعین وجودی کہ جس کے متعلق آج تک کسی عارف نے لب کشائی نہیں کی تھی آپ پر ظاہر کیا گیا اور اس عالی مقام کے اسرار و برکات سے آپ کو ممتاز فرمایا گیا۔"[10]

عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ فقیر کیا کہے اور اگر کہے تو کون سمجھ سکے اور کیا حاصل کر سکے، یہ معارف احاطہ ولایت سے خارج ہیں اور علمائے ظاہر کی طرح ارباب ولایت بھی ان کو سمجھنے سے قاصر و عاجز ہیں، یہ علوم انوار نبوت کی مشکوۃ سے ماخوذ ہیں کہ دوسرے ہزار سال والی تجدید سے محض طبیعت اور وراثت کی وجہ سے تازہ ہوئے ہیں"[11]

آپ ہر کام فکر و سوچ سے کرتے تھے۔ کام کرنے سے پہلے دوست احباب سے مشورہ کر لیا کرتے تھے تاکہ ہر کام کو احسن انداز سے پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکے۔

دین اسلام کا دارومدار محبت رسول ﷺ پر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے ہر پہلو اس جذبے سے سرشار دکھائی دے گا، فرماتے ہیں کہ:

"ایک وقت درویشوں کی جماعت بیٹھی تھی، اس فقیر نے اپنی محبت کی بناء پر جو آں سرور ﷺ کے غلاموں سے ہے، ان سے اس طرح کہا کہ آں سرور ﷺ کی محبت اس طور پر مسلط ہوئی کہ حق سبحانہ کو اس واسطے سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے، حاضرین اس بات سے حیرت میں پڑ گئے لیکن مخالفت کی مجال محمد ﷺ کا رب ہے، حاضرین اس بات سے حیرت میں پڑ گئے لیکن مخالفت کی مجال نہ رکھتے تھے، یہ بات حضرت رابعہ بصریؒ کی اس بات کے خلاف ہے جو انہوں نے آں سرور ﷺ کے جواب میں کہی تھی کہ حق سبحانہ کی محبت اس طور پر مسلط ہو گئی ہے کہ آپ کی محبت کے لیے جگہ باقی نہیں رہی، یہ دونوں باتیں اگرچہ سکر کی خبر دیتی ہیں لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے، انہوں نے عین سکر میں یہ بات کہی اور میں نے ابتدائے صحو میں، ان کی بات مرتبہ صفات میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے رجوع کے بعد کی ہے۔"[12]

آپؒ کو درود پاک سے بہت محبت تھی اور آپؒ نے درود شریف کے لیے کچھ دن مقرر کر رکھے تھے۔

"آپ کثرت سے درود پاک پڑھا کرتے، خصوصاً جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن، دوشنبہ کی شب اور دوشنبہ کے دن۔ آخری زمانے میں جمعہ کی راتوں میں احباب کو جمع کر کے ہزار بار درود بھیجتے تھے۔"[13]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کے اندر محبت رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

محبت رسول ﷺ کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ، سنت طیبہ اور اسوہ حسنہ پہ عمل کیا جائے، حضرت مجدد الف ثانیؒ اس وصف میں درجہ کمال پہ فائز تھے، آپ کے مکتوبات ورسائل کا بنیادی موضوع ہی اتباع شریعت ہے، فرماتے ہیں:

"ہم اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں کہ کسی امر میں آں سرور ﷺ سے تشبہ اختیار کریں، اگرچہ تشبہ صورت ہی کے اعتبار سے ہو، لوگ بعض سنتوں میں شب بیداری اور اس طرح کی نیت کو دخل دیتے ہیں، ان کی کوتاہ اندیشی پر تعجب ہوتا ہے، اس کی ہزاروں شب بیداریوں کو آدھی متابعت کے عوض ہم نہیں خریدتے، رمضان کے آخری عشرہ میں ہم اعتکاف کے لیے بیٹھے، دوتوں کو جمع کیا اور کہا کہ متابعت کے علاوہ اور کوئی نیت نہ کرو کیونکہ ہمارا تبتل اور انقطاع کیا ہوگا۔ ایک مطابقت کے حصول کے عوض ہمیں سینکڑوں گرفتاریاں قبول ہیں۔ لیکن ہزاروں تبتل اور انقطاع توسل ومتابعت کے بغیر ہمیں قبول نہیں۔"[14]

حضرت مولانا ہاشم کشمیؒ لکھتے ہیں کہ:

"اس حال کو جس میں سر مو بھی شریعت اور اہل سنت وجماعت کی رائے کی مخالفت ہوتی، قبول نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ احوال، شریعت کے تابع نہیں، کیونکہ شریعت قطعی ہے، وحی سے ثابت ہے اور احوال ظنی ہیں جو کشف والہام سے ثابت ہوتے ہیں اور فرماتے: اگر حضرت موسیٰؑ بھی اس دنیا میں ہوتے تو وہ بھی اسی شریعت کی پیروی کرتے۔"[15]

آپؒ کے نزدیک نجات کا طریق شریعت کی پیروی میں ہی ہے۔ شریعت کی پیروی کیے بغیر انسان نجات حاصل نہیں کر سکتا ہے چونکہ ایک مکتوب میں آپؒ فرماتے ہیں کہ:

"نجات کا طریق اور (عذاب الٰہی سے) خلاصی کا راستہ اعتقادی اور عملی طور پر صاحب شریعت کی متابعت ہے۔ استاد وپیر اس لیے پکڑتے ہیں تاکہ وہ شریعت کی طرف راہ نمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت کے اعتقاد وعمل میں آسانی اور سہولت حاصل ہو جائے، نہ یہ کہ مرید جو چاہیں کریں اور جو کچھ چاہیں کھائیں، پیران کے لیے ڈھال بن جائیں گے اور عذاب سے بچالیں گے، کیوں کہ ایسا خیال کرنا ایک نکمی اور بے کار آرزو ہے، وہاں (محشر میں) کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہ کر سکے گا ار جب تک عمل پسندیدہ نہ ہوں گے کوئی اس کی شفاعت نہیں کرے گا اور عمل پسندیدہ اس وقت ہوں گے، جب کہ شریعت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ شریعت کی متابعت کے ہوتے ہوئے اگر کوئی لغزش اور قصور اس سے سرزد ہوگا تو اس کا تدارک شفاعت سے ہو سکے گا۔"[16]

آپؒ کا ہر طریقہ وفعل اسلامی اصولوں اور شریعت کے مطابق تھا۔ آپؒ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوتا تھا جو خلاف شرع ہو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ تمام امور شریعہ میں از حد احتیاط وتقویٰ کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے مثلاً آپ کے وضو کرنے کا طریقہ ہی پڑھا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ اتنی احتیاط اور تقویٰ فقط آپ کو شایاں ہے، آپ کی نماز آپ کی کرامت تصور کی جاتی تھی، اس لیے کہ آپ نماز کے فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کو نہایت احتیاط وتقویٰ سے ادا فرماتے تھے، مولانا بدر الدین سرہندیؒ لکھتے ہیں:

"میں آپ کی نماز دیکھ کے بے اختیار ہو جاتا اور یقین رکھتا تھا کہ آپ ہمیشہ حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں رہتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نماز کو دیکھتے ہیں اور اسی طریقے کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں اور یوں تو اس حقیر نے دوسرے علماء و مشائخ کو بھی دیکھا ہے لیکن ایسی نماز کسی کی نہیں دیکھی۔ اسی لیے یہ حقیر بلکہ ایک کثیر جماعت آپ کی نماز ہی کی وجہ سے آپ کی متعقد ہوئی تھی۔"[17]

دیگر مسائل احکام میں بھی احتیاط و تقویٰ کا آپ کا شعار تھا۔ مثلاً رفع سبابہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"حنفہ سے بھی بعض روایات اس کے جواز کے متعلق منقول ہیں لیکن جب اچھی طرح تلاش اور جستجو کی گئی تو احوط اور مفتی بہ اس کا ترک معلوم ہوا کہ بہت سے علماء نے حرام و مکروہ بھی کہا ہے اور جب کوئی امر حلت اور حرمت کے درمیان دائر ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے، اور کبھی احتیاطاً نوافل میں احتمال سنت کی بنا پر یہ عمل کر لیا کرتے تھے۔"[18]

آپؒ ہر پہلو سے شریعت اسلام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ تاکہ اسلامی قوانین کا نفاذ ہو سکے اور غیر شرعی کاموں سے روکا جائے۔

آپؒ کے فکر و وجدان کے مطابق آپؒ پر ہونے والی عنایات رسالت اور کمالات نبوت ﷺ میں سے ایک عنایت و کمال بقیہ طینت محمدی ﷺ ہے۔ چنانچہ آپ اپنے عجیب و نایاب علوم و معارف کے ظہور کی وجہ اپنے خمیر کو قرار دیتے ہوئے ارقام پذیر ہیں:

"بخارا، سمرقند سے اس تخم کو لا کر زمین ہند (سرہند شریف) میں بویا گیا۔ جس کی اصل مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی خاک سے ہے۔ اور آب فضل سے اسے برسوں سیراب کیا گیا اور تربیت احسان سے اس کی پرورش کی گئی جب وہ کھیتی کمال کو پہنچی تو ان علوم و مصارف کا ثمرہ حاصل ہوا۔"[19]

آپؒ رکوع و سجود میں زیادہ سے زیادہ تسبیحات کا ذکر کرتے تھے۔

"شرم آتی ہے کہ انفرادی نماز میں قوت و استطاعت کے باوجود رکوع و سجود میں کم تسبیحات پڑھی جائیں۔"[20]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا تھا اور عبادت سے لگاؤ تھا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ بہت کم کھاتے اور کھانے کے دوران اکثر وقت درویشوں، عزیزوں اور خادموں میں کھانا تقسیم کرنے میں گزر جاتا اور اس اثنا میں کبھی تین انگلیوں سے کوئی نوالہ لے لیتے اور کبھی طبق پر ہاتھ پہنچا کر منہ پر رکھ لیتے اور صرف ذائقہ چکھ لیتے، اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کو کھانے کی حاجت نہیں ہے، محض اس لیے کھاتے ہیں کہ کھانا سنت ہے اور انبیاء کرامؑ نے کھانا ترک نہیں فرمایا۔ آپ کے مجاہدات سنت مطہرہ کے مطابق ہوا کرتے تھے، ہمیشہ عزیمت پر عمل فرماتے۔

شہزادہ دارا شکوہ آپ کے بارے میں لکھتا ہے:

"متاخرین مین آپ کا مقام بہت بلند ہے، آپ صاحب مجاہدہ درویش تھے۔"[21]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا دور از حد پر آشوب تھا، بدعت و ضلالت کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے، کفر و شرک کی خزائیں زوروں پر تھیں، اکبر اعظم کی اسلامی دشمنی اور جہانگیر کی آزادروی کے سامنے ایک فقیر بارگاہ رسالت تھا جس کے عزم و استقلال نے اندھیروں اور خزاؤں کا تسلط

ختم کیا اور شہنشاہوں کی اکڑی ہوئی گردنیں خم کر دیں، آپ کے عزم واستقلال کی درخشندہ مثال سے تاریخ حریت جگمگا رہی ہے، بادشاہ وقت نے سجدہ تعظیمی کے لیے مجبور کیا لیکن آپ نے ایسا نہ کیا۔ بادشاہ غیظ وغضب کا نشان بن گیا، ادھر آپ کے مخلصین نے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہوں کے لیے سجدہ تعظیمی جائز ہے، سجدہ تعظیمی کرلیں، آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گی، اس مرد حق آگاہ نے فرمایا:

"یہ فتویٰ تو رخصت ہے، عزیمت یہ ہے کہ غیر حق کے سامنے سجدہ نہ کیا جائے۔"[22]

پھر اس کے بعد طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا لیکن مجال ہے جو عزم واستقلال کے عظیم پیکر کے قدموں میں لغزش پیدا ہوئی ہو، ایسی استقامت کی توقع فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر سے ہی کی جاسکتی ہے، حضرت علامہ اقبال آپ کے عزم واستقلال کو سلام پیش کرتے ہیں۔

اللہ کے بندوں پر جب تکالیف ومصائب آتی ہیں تو ان سے گھبراتے نہیں ہیں۔ ان میں ایک نام حضرت مجدد الف ثانی کا بھی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے تھے۔

جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری لکھتے ہیں:

"نہ معلوم اس ہندو راجپوت نے کیا سلوک کیا، آگرے سے گوالیار کس طرح لے گیا، قلعہ گوالیار میں لے جا کر کیا کیا، وہاں اس پائے نازنین کو پابند سلاسل کیا، یہ کیسا ظلم کیا، سرزمین ہند میں اس کے جان نثار وفداکار اس کے اشارے کے منتظر ہیں مگر وہ اپنے رب کریم کی رضا پر راضی، ہے، ظالم ظلم کیے جا رہے ہیں مگر وہ لطف اٹھا رہا ہے، کیا چشم عالم نے کبھی یہ منظر دیکھا ہے؟ ظالم نے نہ صرف پابند سلاسل کیا، گھر اجاڑا۔۔ کتب خانہ ضبط، جائیداد ضبط، کنواں ضبط، زمین ضبط، جو کچھ پاس تھا سب ضبط کر کے آپ بے آسرا کر دیئے گئے مگر جس کا آسرا خدا پر ہو وہ کسی آسرے پر نہیں رہتا۔"[23]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اپنے مکتوبات آپ کے جذبہ تسلیم ورضا کے بہترین عکاس ہیں، آپ عالم اسیری میں لکھتے ہیں:

"میر نعمان کو معلوم ہوا ہوگا کہ میرے خیر اندیش دوستوں نے ہر چند میری رہائی کے اسباب پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا، جو کچھ خدا نے کیا وہی بہتر ہے، بمقام قضائے بشریت مجھ کو بھی اس سے کچھ رنج ہوا اور دل میں تنگی ظاہر ہوئی لیکن تھوڑے ہی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ رنج اور دل کی تنگی فرحت وشرح صدر سے بدل گئی اور یقین خاص سے معلوم ہوا کہ اگر اس جماعت کی مراد جو میرے درپئے آزار ہے، اللہ جل سلطانہ کی مراد کے موافق ہے تو پھر اس پر ناپسندیدگی اور دل تنگی بے معنی اور دعویٰ محبت کے منافی ہے۔"[24]

اپنے شہزادوں سے فرماتے ہیں:

"فرزندان گرامی! خاطر جمع رہو، لوگ ہر وقت ہماری تکلیفوں پر نظر رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں، ان کو معلوم نہیں کہ مرادی، بے اختیاری اور ناکامی میں کس غضب کا حسن وجمال ہے، اس کے برابر کونسی نعمت ہوگی، اللہ تعالیٰ جس شخص کو بے اختیار کر کے خود اس کے ارادے اور اختیار سے باہر نکال لے اور اپنے ارادے کے مطابق زندگی بخشے، حتیٰ کہ اس کے امور اختیاریہ کو بھی اس بے اختیاری کے

تابع بنا کر اس کو اپنے ارادے اور اختیار سے بالکل دست بردار کر دیا جائے اور اس کو مردہ بدست زندہ بنا دیا جائے، قید کے زمانے میں جب اپنی ناکامی و بے اختیاری کو دیکھتا تھا تو عجب لطف اٹھاتا تھا اور انوکھا مزہ پاتا تھا، فراغت پانے والے مصیبتوں کے حسن کا کیا اندازہ کریں، بچوں کو صرف شیرینی میں مزہ ملتا ہے، لیکن جس کو تلخی میں لذت ملی وہ شیرینی کو ایک جو میں بھی نہیں خریدتا۔"[25]

آپؒ کو جتنی بھی تکالیف پہنچتی آپؒ نے ان کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا اور ان سے گھبرائے نہیں کیونکہ آپؒ کے اندر فاروقی خون وجذبہ تھا۔

آپؒ کی فکر کے مطابق دل کی غیر اللہ سے رہائی کے لیے اتباع سنت سب سے بہتر ہے اگر ہم خلاف شریعت کام کریں گے تو اسلام سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔اسی لیے ہر وقت اسلامی اصولوں کو اپناتے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہیے۔

"جب تک انسان کا دل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے۔اس وقت تک محروم و مہجور ہے۔دل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسویٰ اللہ کے زنگار کو دور کرنا ضروری ہے اور دل سے اس زنگار کو دور کرنے والی سب سے بہتر چیز حضرت محمد ﷺ کی بزرگ و روشن سنت کی تابع داری ہے۔جس کا مدار نفسانی عادتوں کے ترک اور ظلمانی رسموں کے ہٹانے پر ہے۔"[26]

اس سے آپؒ کی حق گوئی اور بہادرانہ صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت امام ربانیؒ ادب کی دولت سے مالا مال تھے، اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل سبحانہ جل سلطانہ کے کلمات اور حضور ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ درود و سلام کا خصوصی اہتمام فرماتے، جہاں اللہ و رسول کا ذکر خیر کرتے وہاں حسن ادب کی تابانیاں قابل دید ہوتیں، بزرگوں کی بارگاہ میں نہایت عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتے، مولانا بدر الدین سرہندیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانیؒ سرتاپا اکابر سلف و خلف کی محبت اور مدحت میں غرق تھے لیکن اگر ان بزرگوں کے کلام سے آپ نے اعراض فرمایا ہے تو وہ محض نیک نیتی اور حکمت والہام واعلام پر مبنی ہے۔"[27]

آپ نے بعض مقامات پر بعض بزرگان دین سے اختلاف فرمایا لیکن ہر مقام پر ان کا ادب ملحوظ خاطر رکھا، حضرت بایزید بسطامی، حضرت یحییٰ منیری اور حضرت منصور حلاجؒ کے اقوال کی تاویل و توجیح اس انداز سے کی کہ ان پر کوئی حرف نہ آئے، یہ آپ کے حسن ادب کا ثبوت ہے، بعض مقام پر اختلاف کے باوجود حضرت شیخ اکبرؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

"کیا عجب معاملہ ہے کہ باوجود اس کلام کے اور ایسی شطح خلاف جواز کے جناب شیخ مقبولان بارگاہ کبریا میں سے نظر آتے ہیں اور اولیاء اللہ کی جماعت میں ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔"[28]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اس درجہ شان جلالت کی ایک وجہ آپ کی عاجزی وانکسار ہے۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ:

آپؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ تھے اور آپؒ نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا تیسرا دفتر 1031ھ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے امر پر جمع کیا۔ جس میں 113 مکاتیب ہیں۔

آپ ؒ حضرت محمد ﷺ کی متابعت کے بارے میں اپنی فکر کا تذکرہ یوں کرتے ہیں کہ :

"اس کمتری نے بارہا آپ سے سنا کہ کیا ہم اور کیا ہمارا عمل، جو کچھ بھی ملا ہے، اللہ کا کرم ہے اور اگر کوئی چیز اس کے کرم کے واسطے بہانہ بنی ہے تو وہ سید الاولین والآخرین ﷺ کی متابعت ہے، ہمارے کام کا مدار اس پر ہے۔"[29]

اور تکبر کے بارے میں اپنی فکر کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ :

"عمل صالح کو تکبر اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ تباہ کر دیتی ہے، آدمی کو چاہیے کہ اپنی پوشیدہ برائیوں اور خامیوں کو یاد کرتا رہے اور اپنی نیکیوں پر پردہ ڈالے بلکہ اپنی عبادتوں کے ادا کرنے سے شرمندہ ہو۔"[30]

آپ ؒ نے زندگی بھر کوئی تکبرانہ الفاظ اپنی زبان سے ادا نہیں فرمائے اور نہ ہی ان کی تلقین کی۔ کیونکہ تکبر انسان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ:

حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ کی زندگی بھی اسی مقصد کے لیے وقف تھی۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات امور کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی طرح خواجہ محمد معصوم ؒ کے مکتوبات بھی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم نے بادشاہ شاہجہان کو فرمایا کہ :

"ہم نے اورنگ زیب کو دکن بھیجنے پر راضی تو کر لیا ہے لیکن داراشکوہ کو سمجھا دینا کہ شریعت محمد کی اشاعت کی کماحقہ کوشش کرے اور شریعت کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرے تاکہ اس کی سلطنت قائم رہ سکے۔ اگر اس نے دین میں ذرا بھی سستی کی اور امور شرعی کے اجزاء میں غفلت کی تو نہ وہ رہے گا اور نہ اس کی سلطنت بلکہ شامت اعمال کا خمیازہ تمہیں بھی بھگتنا پڑے گا۔ بادشاہ شاہجہان نے اس بات کو قبول کر لیا اور داراہ شکوہ نے بھی اسی نصیحت کو قبول کیا۔"[31]

مندرجہ ذیل بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ معصوم ؒ بھی شریعت کی ترویج کے لیے بادشاہوں کو تلقین کرتے تھے۔

"داراشکوہ کے عہد میں سلطنت کے ایک رئیس تاج محمود نام شخص سے دین اسلام کی اہانت سرزد ہوئی جس سے خلقت پر واجب ہو گیا کہ اسے قتل کیا جائے جب یہ خبر حضرت معصوم ؒ نے سنی تو آپ نے اسلامی جذبہ اور شریعت محمدیہ کے پیش نظر اس بات کا سختی سے احتساب کیا، رئیس تاج محمود کی والدہ نے داراشکوہ کو دودھ بھی پلایا تھا اس لیے داراشکوہ نے سرہند کے حاکم کی طرف لکھا کہ جس طرح ہو سکے تاج محمود کو بچایا جائے جب آپ نے یہ خبر سنی تو بنفس نفیس شاہجہاں کے پاس گئے اور فرمایا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ داراشکوہ کی عملداری میں دین محمدی ﷺ میں ضرور سستی ہو گی، اب وہی بات ہوئی۔ از روئے شریعت تاج محمود کا قتل واجب ہے۔ اسے حاضر کر کے شرعی کاروائی کی جائے، داراشکوہ کے حمایتی سرہند کے مفتی ابوالخیر نے بادشاہ سے کہا کہ اس پر شرعی جرم ثابت نہیں ہوتا تو آپ نے جلال میں فرمایا وہ بالضرور واجب القتل ہے اور جو اس کی حمایت کرے گا وہ بھی واجب القتل ہے۔"[32]

حضرت خواجہ معصوم ؒ بھی اپنے آباؤاجداد کی طرح بے باک اور نڈر تھے۔ حق بات حکمرانوں کے سامنے کہنے سے نہیں ڈرتے تھے اور خلاف شرع کوئی کام ہوتے دیکھتے تو جلال میں آجاتے اور انہیں ہر لحاظ سے روکنے اور اسلام کے مطابق کام کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت خواجہ سیف الدینؒ:

حضرت شیخ محمد سیف الدین کی ولادت باسعادت 1049ھ کو سرہند میں ہوئی۔ تھوڑی مدت میں قرآن مجید پڑھ کر کتب متداولہ کی طرف رجوع کیا اور طفولیت سے معاملہ حال میں مشغول ہوئے۔ آپ گیارہ سال کے تھے کہ آپ کے حضرت والد نے آپ کو فنائے قلب اور ولائت صغریٰ کی بشارت دی۔ اور قبل از ایام بلوغت فنائے نفس اور ولایت کبریٰ کی بشارت سے مفتخر ہوئے اور عنفوان شباب میں مرتبہ کمال کو پہنچ کر مقبول مولائے ذوالجلال ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کی حیات میں صاحب ارشاد ہو کر بدعات کے دور کرنے اور ترویج شریعت میں معروف ہو گئے۔

آپ کے حضرت والد نے بادشاہ خلد وکان (سلطان اورنگ زیب عالم گیر) کے الحاح وطلب پر آپ کو دہلی بھیجا۔ جب قلعہ میں تشریف لے جانے لگے تو دروازے کے دونوں جانب دو مصنوعی ہاتھی کھڑے ملے۔ جو کہ آپ کے ارشاد پر منہدم کرتے گئے۔ آپ کے امر معروف و نہی المنکر سے بادشاہ خوش ہوئے اس سلسلہ میں آپ کے والد کو مکتوب ارسال کیا گیا اور انہوں نے بادشاہ کو جواب ارسال کیا:

"له الحمد علی نعمائیه، کمالات دستگاں، معارف آگاه، صوفی سعد الله به اعلیٰ مراتب کمال و تکمیل برسند، مخفی نه ماند که بادشاه بر دخول طریقه علیه مشرف گشته بسیار متاثر گشت، سه صحبت با حضرت الیشان داشت، چون شاه جهاں وفات یا فتا برجهت ضرور متوجه اکبر آباد گشت"[33]

بادشاہ طریقہ عالیہ میں داخل ہو کر بہت متاثر ہوئے۔ ان سے آپؒ کی تین مرتبہ صحبت رہی چونکہ شاہ جہاں کی وفات واقع ہو گئی۔ بنا بریں وہ آگرے کو روانہ ہو گئے۔ جمادی الاول 1096ھ میں آپ کا وصال مبارک ہوا۔

اتباع شریعت حضرت سیف الدینؒ کی گھٹی میں پڑی تھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور پابندی شریعت آپ نے ترکہ میں حاصل کیا تھا۔ شہزادہ محمد اعظم بھی کامل اخلاص کے ساتھ حضرت خواجہ سیف الدینؒ کا مرید ہو گیا تھا۔ شہزادہ محمد اعظم کی شادی داراشکوہ کی بیٹی سے ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ:

"اس مجلس میں کوئی بھی کام خلاف شرع نہیں ہونا چاہیے چنانچہ شہزادے نے آپ کے ارشاد مبارک کا بہت خیال رکھا اور کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کیا۔ حتیٰ کہ ایک لاکھ روپیہ کے خرچ سے آتش بازی کا جو سامان تیار ہوا تھا اسے بھی استعمال نہ کیا۔"[34]

جس وقت شہزادہ محمد اعظم کے نکالنے کا وقت ہوا تو اسلام کے شرعی قوانین کو ملحوظ خاطر رکھا گیا اور غیر شرعی کاموں سے منع کیا گیا۔

"شہزادہ محمد اعظم کا نکاح 1078ھ کو مسجد میں ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر بھی وہاں موجود تھا۔ قاضی عبدالوہاب نے شیخ سیف الدین سرہندی کی شہادت میں خطبہ نکاح پڑھا۔ اس مجلس میں بھی غیر شرعی کاموں سے اجتناب کیا گیا۔"[35]

آپ امر باالمعروف و نہی عن المنکر کا خاص وبلند ذوق اور حوصلہ رکھتے تھے اور اس میں ہمیشہ سرگرم رہتے تھے۔ آپ کی ان مساعی جمیلہ کا اتنا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ سرزمین سے بدعات کا خاتمہ ہو جائے۔ اسی بناء پر آپ کے والد نے آپ کو محتسب الامتہ کا خطاب دیا تھا اور آپ کو اتباع

سنت اور شریعت مطہرہ کی ترویج واشاعت کے شغف میں غلبہ حاصل تھا۔

"ایک بار خواجہ سیف الدینؒ کو پتہ چلا کہ بادشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیر کے استاد سید محمد قنوجی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار مبارک پر ایک مجلس برپا کر رکھی ہے۔ جس میں گانا بجانا، چنگ ورباب اور رقص سماع جاری ہے۔ اس وقت شہر کے اکثر لوگ وہاں حاضر تھے حضرت شیخ سیف الدینؒ شریعت کے مطابق احتساب کے لیے ہزاروں مریدوں کے ساتھ اس طرح روانہ ہوئے۔ لوگوں کے احتساب کے لیے ہر روز آپ کی سواری میں سات سو لوہے کی لاٹھیاں ہوتیں۔ آپ شریعت کی ترویج کی نیت سے وہاں پہنچتے تو سید محمد قنوجی اس سے پہلے خبر پا کر کہ حضرت خواجہ سیف الدینؒ آرہے ہیں خود اکیلے وہاں سے نکل چکے تھے باقی مجلس نے بھی جب یہ صورت حال دیکھی تو ایک ایک کر کے گانے باجے چھوڑ کر کھسک گئے۔"[36]

روضۃ القیومیہ کے مصنف خواجہ محمد احسان مجددی کے بقول:

"بعد ازاں جب تک حضرت سیف الدینؒ زندہ ہے، شاہجہاں آباد کے مزارات پر ایسی مجلس کبھی منعقد نہ ہونے پائی۔ حضرت کی خواہش پر بادشاہ نے ایسے تمام غیر شرعی کام ملک میں بند کرنے کا حکم جاری کیا۔ مخالف شرع آدمیوں کو ملک بدر کیا گیا اور جو باقی بچے وہ شرع کے پابند ہو گئے۔"[37]

لوگ آپؒ سے ڈرتے بھی تھے کہ غیر شرعی کام کرنے سے ملک بدر نہ کر دیں اس لیے وہ لوگ شرعی احکام کی پابندی کرتے تھے۔

"دکن میں ایک امیر نے خفیہ مجلس سرور قائم کی۔ مگر جب ساتھیوں نے کہا کہ اگر حضرت شیخ سیف الدینؒ کو خبر ہو گئی تو مجھے بے عزت کر کے نکال دیں گے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو نکال دیا۔"[38]

خود خواجہ سیف الدینؒ نے اپنی اورنگ زیب کے ساتھ مصاحبت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کے ساتھ آشنائی کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ترویج شریعت، اتباع سنت اور توہین اہل بدعت ہے اور یہ کام اس زمانے میں بادشاہوں کی معاونت کے بغیر محال ہے۔

حضرت نور محمد بدایونیؒ:

حضرت نور محمد بدایونیؒ بھی اپنے اکابر کی طرح پابندی شریعت کی تلقین کرتے تھے۔

"ایک مرتبہ ایک بھنگ فروش نے آپ کے ایک مکان کے قریب اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا بھنگ کی ظلمت سے باطن کی نسبت مکدر ہو گئی۔ آپ کے مریدوں نے بھنگ فروش کی دکان تباہ کر ڈالی۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اب تو باطن زیادہ مکدر ہو گیا ہے کیونکہ تم نے میرے لیے خلاف شرع احتساب کر دیا ہے ہونا یہ چاہیے تھا کہ پہلے تم اسے نرمی سے سمجھاتے اور توبہ کی طرف راغب کرتے اگر وہ تائب نہ ہوتا اور کاروبار نہ چھوڑتا تو پھر سختی کی جاتی۔ آپ نے اسے تلاش کیا اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے اول اپنے عقیدت مندوں کی طرف سے معذرت کی جنہوں نے اس کی دکان کو خراب کیا تھا اور پھر اسے کچھ رقم دی اس کے بعد لطف فرماتے ہوئے سمجھایا کہ خلاف شرع پیشہ اچھا نہیں ہوتا ہمیں شریعت کے مطابق جائز پیشہ اپنانا چاہیے۔ اس نے توبہ کر لی اور آپ کے مخلصین میں شامل ہو گیا۔"[39]

مندرجہ بالا واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ سید نور محمد بدایونیؒ بھی پابندی شریعت کا اہتمام کرتے تھے اور خلاف شریعت کام ہوتے دیکھ منع بھی کرتے اور حسن خلق سے شریعت کی ترغیب دلاتے۔

حضرت مظہر جان جاناںؒ:

آپ علوی سادات میں سے تھے۔آپ کا نسب مبارک اٹائیس واسطوں سے بتوسط حضرت محمد بن حنفیہؒ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپؒ کی ولادت مبارک 11 رمضان المبارک 1111ھ کو ہوئی۔ اور آپ کا وصال مبارک جمعۃ المبارک 10 محرم 1195ھ کو ہوا۔آپ کا مزار مبارک دہلی شریف میں موجود ہے۔

آپ کے والد اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کے شاہی امراء میں شامل تھے۔اور ان کا نام میر زا جان تھا۔اس لیے اورنگ زیب عالم نے اسی مناسبت سے آپ کا نام "جان جان" رکھا کہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے۔"جان جان" سے آپ کا نام رفتہ رفتہ جان جاناں "مشہور ہو گیا۔

حضرت مظہر جان جاناںؒ اپنے زمانے میں شریعت کے مطابق عمل کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

"ان دنوں میں لوگوں کے لیے اللہ تعالی کے احکام پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے ہیں اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے، اگر کوئی فقہی روایت اور ظاہری فتویٰ پر عمل کرے اور نئی باتوں اور بدعتوں سے پرہیز کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے۔"[40]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ :

"ایک علام نے خواب میں دیکھا کہ علماء وصوفیہ حضرت سرور عالم ﷺ کے حضور حاضر ہیں۔ علماء نے صوفیہ کے بارے میں بہت سے شکایات کیں کہ یارسول اللہ ﷺ ان حضرات نے مسئلہ وحدت الوجود کا پرچار کر کے شرع میں خلل پیدا کیا ہے، بے باکوں نے ریاکاری سے کام لیا۔ حضور ﷺ نے ان اکابر پر حق سبحانہ کی طرف محبت کا جو غلبہ ہوتا ہے کی وجہ سے سکوت فرمایا۔"[41]

پھر آپ فرماتے ہیں کہ :

"جو آدمی ہمیں خلاف شرع عمل کرتے دیکھے وہ ہمیں اس سے منع کرے۔"[42]

آپؒ شریعت کے بہت پابند تھے اور خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی خلاف شرع کام ہونے دیتے تھے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ:

حضرت شاہ غلام علی دہلوی سادات میں سے تھے۔امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ نسب ملتا ہے۔آپ کے والد شاہ عبداللطیف برگزیدہ اور حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلوی سے بیعت تھے۔آپ کی ولادت باسعادت 1156ھ کو بٹالہ میں ہوئی۔ والد نے آپ کا نام علی، والدہ نے عبدالقادر اور چچا نے عبداللہ رکھا۔آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام "فقیر عبداللہ عرف غلام علی "لکھتے تھے۔ لیکن عوام، خواص میں آپ کی شہرت حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے اسم گرامی سے ہے۔آپؒ کا وصال مبارک 22 صفر 1240ھ کو ہوا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کا شیوہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر تھا۔ آپ مومنوں پر اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اکثر رات کو ان کے حق میں دعا کرتے تھے اور جو شخص آپ کو برا بھلا کہتا۔ اس کے ساتھ بھی اچھے رویے سے پیش آتے۔

"حکیم قدرت اللہ خاں جو کہ آپ کا ہمسایہ تھا اور اکثر آپ کی غیبت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے قید ہو گیا۔ آپ نے اس کی رہائی کے لیے بھرپور کوشش فرمائی۔"[43]

آپؒ نے جب سید اسماعیل مدنی کو جامع مسجد دہلی میں آثار نبویہ کی زیارت کے لیے بھیجا تو وہاں پر غیر شرعی کام کا علم ہوا۔ تو آپؒ نے بادشاہ کو تحریری لکھا۔ جس سے آپ کا احکامات کی تعمیل ہوئی۔

"ایک مرتبہ سید اسمٰعیل مدنی آپ کے حکم سے جامع مسجد، دہلی شریف میں موجود آثار نبویہ ﷺ کی زیارت کے لیے گئے اور واپس آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگرچہ وہاں حضور ﷺ کی برکات محسوس ہوتی ہیں لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصویروں کی موجودگی کا علم ہوا آپ نے اس سلسلہ میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں باہر نکال دی گئیں۔"[44]

آپؒ کی فکر کے مطابق صوفیوں کو دنیا و آخرت کا لالچ کیے بغیر سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ:

"بھوک کی رات درویشوں کے لیے شب معراج ہے۔ صوفی کو دنیا و آخرت پس پشت ڈال کر مولیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔"[45]

اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے متعلق اپنی فکر کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ:

"نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن ہو سکتے ہیں کا ظہور حضرت مجدد (قدس سرہ) میں ہوا۔"[46]

آپؒ خلاف شرع کوئی کام بھی دیکھتے تو اسے پر زور طریقے سے روکتے اور ان کی اصلاح کرتے۔

حضرت شاہ ابو سعیدؒ:

آپؒ کے ایک مرید نے عرض کیا کہ تہجد کے واسطے میری آنکھ کبھی کھلتی ہے اور کبھی نہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ:

"ہمارے خادم سے کہہ دو کہ تہجد کے وقت ہم کو یاد دلا دیا کرے۔ پھر اٹھا کر بٹھا دینا ہمارا کام ہے اور آگے تمہارا اختیار۔"[47]

چنانچہ ہر روز ایسا ہی ہوتا تھا کہ آپ تہجد کے وقت اس کو اٹھا کر بٹھا دیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے متعلق ان کے پیر و مرشد شاہ غلام علیؒ نے بشارتیں دیں اور فرمایا:

"شاہ ابو سعیدؒ اس زمانے میں دین محمد کے ستون ہیں۔"[48]

حضرت شاہ احمد سعیدؒ اپنے والد بزرگوار شاہ ابو سعیدؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

"میرے والد ماجد حلم وحیاء کے مصور، جود و سخا کا منبع، تمکین واستقامت کے پہاڑ، طریقت و حقیقت کے رازوں کے واقف یگانہ روزگار ہیں۔ آپ شریعت محمدی کی ترویج واشاعت میں اپنے آباؤ اجداد کی طرح سر گرم عمل ہیں۔"[49]

صوفیاء کرام کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے لگاؤ لگائے ہوتے ہیں۔ ان کا مطلوب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنا ہوتی ہے۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ:

حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے 1857ء کی جنگ آزادی میں جب برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کی بنا پر انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ جہاد کا فتویٰ دیا اور اس پر سب سے پہلے اپنے دستخط کیے پھر یہ کہ سب سے پہلے اس بات کی تصدیق کی کہ:

"شرعی نکتہ نظر سے یہ ٹھیک جہاد اسلامی ہے۔"[50]

اس جرات مندانہ اقدام سے واضح ہوتا ہے کہ آپ شریعت کی بالادستی کے لیے اپنی جان بھی داؤ پر لگا دیتے تھے۔

آپؒ کی فکر و سوچ کی مطابق انسان کی تخلیق کا اہم مطلوب اور سب سے اہم مقصود، رب العالمین کی محبت اور مخلوق، دنیا اور نفس شیطان سے اجتناب ہے۔ ان چیزوں کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"انسانی تخلیق کا سب سے اہم اور بڑا مقصود مطلوب رب العالمین کی محبت ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ محبت ذات اور محبت صفات، محبت ذات اللہ کے عطیوں میں سے ہے۔ بندوں کے کسب و عمل کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بندے کے عمل کا دخل اس محبت سے ہے۔ جو محبت اکتساب سے ملتی ہے۔ محبت کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے ماسوا ہر شے سے دل خالی کر کے دائمی ذکر کیا جائے۔ دل کو اللہ کے ماسوا سے فارغ رکھنا شرط ہے۔ مشروط میں خلق، دنیا، نفس اور شیطان رکاوٹ ہیں۔ مخلوق کو دفع کرنے کا طریقہ گوشہ نشینی اور تنہائی ہے۔ دنیا کو دفع کرنے کا طریقہ قناعت ہے اور نفس و شیطان کو دور بھگانے کا طریقہ ہر گھڑی اللہ پاک سے التجا ہے۔"[51]

آپ اپنے مشائخ کے بارے میں ایسی فکر و سوچ رکھتے ہیں کہ ان کا دنیا سے بالکل تعلق کٹ جاتا ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی تعلق جوڑے رکھتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"مشائخ کا خلیفہ وہ شخص ہے۔ جو ہاتھ کٹا، پاؤں ٹوٹا، اندھا اور بہرہ ہو۔ ہاتھ کٹے سے مراد وہ جو کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔ اور پاؤں ٹوٹا سے مراد وہ جو کسی کے دروازے پر نہ جائے۔ اندھا یعنی لوگوں کے عیبوں سے اندھا ہو اور برا یعنی غیبت و جھوٹ سننے سے بہرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کو اور میرے احباب و اصحاب کو ان صفات سے متصف کرے۔"[52]

انسان کے لیے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ اسے ملنا ہے۔ اس کے باجود جو انسان لالچ کرتا ہے۔ لالچ میں آکر اسے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ آخر کار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑھتا ہے۔ پھر صوفیاء کرام کے لیے ایسی بات کیسے زیبا ہو سکتی ہے کہ دنیا کو سامنے رکھ کر مال و متاع اکھٹا کرنے میں لگ جائیں اور ہر مجلس میں لوگوں کی غیبت کرنے اور سننے میں مصروف رہیں۔ ایسا ایک صوفی باکمال کے لیے ناگزیر ہے۔ اسلام نے بھی اسی سے منع کیا ہے۔

آپؒ درود شریف کی فضیلت کے بارے میں اپنی فکر کا اظہار ایسے کرتے ہیں کہ:

"جاننا چاہیے کہ مراد اللہ تعالی کی صلوۃ سے زیادہ بزرگی اور مرتبہ ہے اور صلوۃ ملائکہ سے مراد دعا ہے۔ اور مومنین پر واجب کیا ساتھ امر فرمانے اپنے کے اور امر واسطے وجوب کے لیے نزدیک امام اعظمؒ کے۔ پس درود شریف پڑھنا واجب ہے۔"[53]

تو پتہ چلا کہ آپؒ کو درود شریف سے بھی بہت زیادہ محبت تھی اور باقاعدہ درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔

اور ایک مکتوب میں اپنی فکر میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ :

"طالبوں اور خلفاء مجاز کی کثرت اور دنیا واہل دنیا سے فارغ المال ہونے اور فکر معاش سے فارغ ہونے کا جان کر میں بہت خوش ہوا۔ میں اللہ کا شکر بجالایا۔"[54]

اللہ کے خاص بندے دنیا اور اس کی فکر معاش سے گھبراتے ہیں اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے اور صرف فکر عبادت وریاضت میں کرتے ہیں تاکہ خالق ومالک ان سے راضی ہو جائے۔

حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ:

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مشہور عالم، محدث اور شیخ طریقت تھے۔ آپؒ کی ولادت 25 شعبان 1234ھ/19 جون 1819ء کو دلی میں ہوئی۔ اور 7 محرم 1296ھ/31 دسمبر 1878ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حفظ قرآن مجید کے بعد ظاہری علوم مولانا حبیب اللہ ملتانی سے اور باطنی فیض اپنے والد سے پایا اور شیخ اسماعیل رومی سے حدیث کی سند حاصل کی۔

حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کی پابندی شریعت کے متعلق حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:

"فنافی السنت اور محو فی الشریعت اور شہسوار میدان طریقت ہیں اگر پوچھو تو آپ کی ذات فیض آیات ہے۔ پس جس شخص کا ادنی ادنی باتوں میں یہ حال ہو تو پھر خیال کرو کہ بڑی بڑی باتوں میں کیا رتبہ ارتقاء ہوگا۔"[55]

اور منقبت میں لکھتے ہیں کہ :

بہ احکام شریعت مرد کامل بہ اسرار طریقت فرد کامل

زبان در ذکر حق ہر آن جاری دلش معمور از انوار باری[56]

ہر صوفی نے لوگوں کو اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے کیونکہ ان کی فکر عام آدمی سے بالاتر ہوتی ہے۔ وہ ہر پہلو سے کام اس لحاظ سے سرانجام دیتے ہیں کہ اللہ تعالی کی معرفت اور رضا حاصل ہو جائے۔ خاص کر مجددی صوفیاں میں یہ فکر بہت زیادہ رہی ہے۔

حضرت حافظ محمد مقبول الرسول للہی مجددیؒ:

مشائخ نقش بندیہ مجددیہ کے طرز عمل کے مطابق آپ کو اپنے زیر اثر حلقہ میں کناد شریعت کا بڑا خیال رہتا تھا۔ للہ شریف ایک بڑا قصبہ ہے اور لوگ بالعموم جابر طبع ہیں۔ لیکن پوری آبادی کو آپ کا اتناڈر تھا کہ کسی کو رمضان مبارک کی بے حرمتی کی جرات نہ ہوتی۔ سنت کے مطابق افطاری اور سحری وقت کرنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ غیر منکوحہ یا مغویہ عورت کو گھر میں بٹھائے۔

"ضلع گجرات کے دورہ میں اپنے ایک مرید کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے بے نکاحی عورت گھر رکھ لیا ہے۔ آپ نے اسے منع کیا لیکن جب وہ باز نہ آیا تو آپ کے پورے خاندان سے قطع تعلق کر لیا۔ یہاں تک کہ اس گاؤں میں جانا ہی چھوڑ دیا۔ لوگوں نے بہت منت کی مگر آپ نے فرمایا پہلے اس خرابی کو دور کرو۔"[57]

بہر حال ہندوستان میں اسلام کی زبوں حالی اور ضعف کے باوجود راسخ العقیدہ علماء اور مجددی صوفیہ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تقلید میں محب وطن اعیان سلطنت کو خطوط لکھ کر اپنا ہم خیال بنایا۔ پوری سیاسی بصیرت کے ساتھ زوال وانحطاط کے ایک ایک سبب پر غور کیا۔ عوام کی حالت کا اندازہ لگایا۔ اعیان حکومت کی انفرادی صلاحیتوں کو پرکھا اور اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ تیار کیا۔ چنانچہ انہوں نے پوری کوشش کی کہ اس سیاسی زوال کو مذہبی زوال کا ضمیمہ نہ بننے دیا جائے۔

خلاصہ بحث

الغرض مجددی صوفیاء نے ہر دور میں ظاہر شریعت اور باطن شریعت کی پیروی پر بہت زور دیا ہے اور شریعت کی پیروی کو تمام بدعات کا علاج اور انسانی سعادت کی معراج بتایا ہے۔ احیائے شریعت کے سلسلے میں جو کارنامے مجددی صوفیہ نے انجام دیئے ہیں۔ ان کو مغربی فضلاء نے بھی سراہا ہے۔

حوالہ جات

1. شیخ احمد سرہندی "مکتوبات امام ربانی" مترجم، مولانا قاضی، عالم الدین، نقشبندی مجددی، لاہور، اکبر بک سیلر، 2013، دفتر اول مکتوب، 36
2. مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب، 84
3. البقرہ 2:45
4. مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب 51
5. مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب 57
6. مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب 205
7. مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب 221
8. مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب 221
9. کشمی، ہاشم "زبدۃ المقامات"، طبع لکھنو، 1910، ص 303
10. بدر الدین سرہندی، "حضرات القدس"، مرتب: ڈاکٹر انجم رحمانی، لاہور، سالک صوفی بک ہوم، 2016، ج 2، ص 82
11. مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب 4
12. مبدا و معاد منہا۔ 37
13. زبدۃ المقامات، ص 286
14. مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب 186

15. زبدۃ المقامات،290
16. مکتوبات امام ربانی،دفتر سوم مکتوب 41
17. حضرات القدس 2،ص 99
18. زبدۃ المقامات،289
19. مکتوبات امام ربانی،دفتر اول،مکتوب 260
20. حضرات القدس 2،166
21. دارہ شکوہ "سفینۃ الاولیاء" کانپور 1884ء،ص 233
22. سیرت مجدد الف ثانی،ص 176
23. ایضا،ص 167
24. مکتوبات امام ربانی،دفتر سوم،مکتوب 15
25. مکتوبات امام ربانی،دفتر سوم،مکتوب 83
26. مکتوبات امام ربانی،دفتر اول،مکتوب 42
27. حضرات القدس 2،152
28. مکتوبات امام ربانی،دفتر سوم،مکتوب 79
29. زبدہ المقامات،ص 293
30. حضرات القدس 2،167
31. محمد احسان،خواجہ "الروضۃ القیومیہ" لاہور،مکتبہ نبویہ،1996ء،ج 2،ص 158
32. ایضا،ص 115
33. محمد سیف الدین،"مکتوبات" مکہ مکرمہ،قلمی محررہ،1351ھ،ص 86-87
34. روضۃ القیومیہ،ج 2،ص 235
35. محمد ساقی،مستعد خاں "ماثر عالم گیری" کلکتہ،مکتبہ الفرقان،1871،ص 34
36. زوار حسین،سید،شاہ "انوار معصومیہ"،کراچی،ادارہ مجددیہ،س ن،ص 152
37. روضۃ القیومیہ،ج 2،ص 244
38. انوار معصومیہ،ص 154
39. غلام علی شاہ،سید "مقامات مظہری" دہلی مطبع احمدی 1269ھ،ص 243
40. ایضا،ص 324
41. ایضا،ص 318
42. مظہر جان جاناں "دیوان مظہر" کانپور،مطبع مصطفائی،1274ھ،ص 325

43. غلام علی، دہلوی، شاہ "مقامات مظہری" تحقیق، تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور، پروگریسو بکس، 2015، ص523
44. رافت، راؤف، احمد مجددی "جواہر علویہ" لاہور، نولکشور پرنٹنگ پریس، 1919ء، ص150
45. ایضا، ص151
46. محمد نذیر، رانجھا "تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف"، لاہور، جمعیۃ پبلیکیشنز، 2010ء، ص74
47. جواہر علویہ، ص141-142
48. احمد سعید، شاہ "اربع انہار" لکھنو، مطبع علوی 1284ھ، ص73
49. ایضا، ص108-109
50. احمد سعید شاہ "اثبات المولد والقیام" لاہور، مکتبہ مجددیہ، س۔ن، ص5
51. شاہ احمد سعید، مجددی، دہلوی، "مکتوبات شاہ احمد سعید (تحفہ زاویہ)" مترجم محمد ظہیر الدین بھٹی، کراچی، ادارہ مجددیہ، 2011، مکتوب 3، ص18
52. ایضا، مکتوب 53، ص91
53. شاہ احمد سعید، مجددی، دہلوی "سعید البیان فی مولد سید الانس والجان" کراچی، مکتبہ مجددیہ، 1920، ص20
54. مکتوبات شاہ احمد سعید، مکتوب 26، ص63
55. زید فاروقی، شاہ، بوالحسن "مقامات خیر" دہلی، درگاہ شاہ، ابوالخیر، مارگ، 1392ھ، ص81
56. ایضا، ص81
57. عبدالرسول للہی "تاریخ مشائخ نقش بندیہ" لاہور، زاویہ پبلی کیشنز، 2018، ص514